علی نقی خان کے ناولوں کی تلمیحاتی جہات

Allegorical Dimensions of Ali Naqi Khan's Novels

DOI:https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2024.08022213

سجاد احمد
Sajjad Ahmad
MPhil Urdu, Govt. College University, Faisalabad

ڈاکٹر زینت افشاں
Dr Zeenat Afshan
Assistant Professor, Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad

Abstract:

This research work is about the use of Insinuations in Ali Naqi Khan's novels. Insinuation is a noun according to parts of speech. It is a hint, a suggestion or an intimation by distant allusion. Insinuation is a great means of influencing people, create a sublanguage–bold statements followed by retraction and apology, ambiguous comments, banal talk combined with alluring glances that enters the target's subconscious to convey the writer's real meaning and make everything suggestive. The use of Insinuation remained popular in literature of the world. Ali Naqi Khan is a multisided person and a versatile genius, poet, translator, novelist critic and distinguished himself in all these capacities. I would try to explore Insinuation in his novels.

Keyword: Insinuation, Ali Naqvi Khan, Novels, Literature, Suggestive Sub-language, Subconscious,

علی نقی خان جھنگ کی مردم خیز دھرتی پر ۲۰ جون ۱۹۵۹ء کو موضع لاشاری تحصیل و ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے حوالہ سے عالیہ جمیل یوں بیان کرتی ہیں:

> ”مکمل نام ”علی نقی‘ ہے نقی تخلص کرتے ہیں۔ وہ ۲۰ جون ۱۹۵۹ء کو لاشاری تحصیل و ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔“(۱)

علی نقی کا تعلق برصغیر پاک و ہند کے ایک قدیم، غیور اور بہادر بلوچ خاندان سے ہے۔ یہ قوم پاک و ہند کے علاوہ اسلامی دنیا کے طول ارض میں پھیلی ہوئی ہے۔ موصوف کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ ”عالی جان“ کوئی تین صدیاں قبل ایران سے ہجرت کر کے پاکستان کے اس مردم خیز ضلع جھنگ میں موجود قصبہ لاشاری میں سکونت پذیر

ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے دوران میں ہی علی نقی خان کی توجہ غیر نصابی کتب کی طرف ہو گئی۔ اس سلسلے میں وہ خود بیان کرتے ہیں:

> ''جب لفظوں سے کچھ شناسائی ہوئی تو غیر نصابی کتب سے چھیڑ خانی بھی شروع کر دی۔ ہر چند سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا لیکن لفظ گردی کی عادت ہو چکی تھی اس عمر میں ''بچوں کا ادب''، ''پھول کلیاں'' اور دوسرے رسائل پڑھنا معمولات میں شامل تھا۔''(۲)

علی نقی خان کے ناول فنی اعتبار سے کمزور ہیں اگر چہ فکر میں اقبال، خیال میں سر سید، بیان مین واصف اور انداز میں غالب کی یاد دلاتے ہیں۔ ان کی نمایاں خاصیت انشاپردازی ہے۔ تشبیہ، استعارہ، زبان کی شیرینی، محاورات، قوافی الفاظ، صاف گوئی، تلمیح، ترکیب اور بیان کی سادگی نے ان کے طرزِ تحریر کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ سادہ زبان، بلند لہجہ، عام فہم دلکش اسلوب اپنی طرز میں بے مثال ہے۔ خود کلامی کی تکنیک جو انھوں نے اپنائی ہے یہ بلاشبہ اردو ادب کو ایک نئی راہ دکھا رہی ہے۔ بقول غائر عالم:

> ''زوال لازوال'' تضادِ بیان اور تناقصِ فطری کا مرقع ہے جو متکلم کے مشکک و متردد مزاج کا بیانیہ ہے اور جس کے کنارے میں یہ جدید انسان کے انفرادی و اجتماعی شعور کی شکست و ریخت کا المیہ پیش کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں پیدا شدہ آگہی کے کرب پر ڈھال بنتا ہے۔ دوہرے سماجی معیارات اور نئی علمی ترقی کے زیرِ اثر اصولِ حقیقت کا فقدان اس کے اساسی مدرکات ہیں۔ اظہار کی بنت تخلیقی بہاؤ کا ساتھ دیتی ہے اور قرأت کی اول تا آخر تعطل سے محفوظ رہتی ہے۔''(۳)

موصوف نے بڑے فنی کمالات کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ناولوں میں بعض مقامات پر تلمیحاتی رنگ پیدا کیا ہے:

> ''جو میرے لیے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوتے جب کہ ادب جیسی کوئی سیرت نہ تھی۔ میں نے بے ادبی کیوں اختیار کی۔''(۴)

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ اس لیے حسد کی بنا پر ان کے بھائیوں نے ان کو کنویں میں پھینک دیا۔ موصوف نے اپنے ناولوں کے ذریعے انسان کے سماجی مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے ہاں اصلاحِ انسانیت کا درس موجود ہے۔ وہ انسان کو سماجی مسائل کے چنگل سے نکال کر فلاح کے راستے پر لے جانا چاہتے ہیں کیوں کہ انسانی زندگی روحانیت اور مقصدیت سے تہی دامن ہوتی جا رہی ہے اور فکری غلامی کا شکار ہے۔ موصوف کی ہر لمحہ بدلتے سماجی رویوں پر گہری نظر ہے۔ انھیں معاشرے کی طبقاتی تقسیم کا شدید احساس ہے۔ وہ اپنی بھرپور صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ زندگی کی اصل روح اور

مقصدیت کو سمجھنے کا درس دیتے ہیں۔ مصنف نے ناول میں عمدہ تلمیحات کا استعمال کیا ہے:

"اگر موت کو حکومت کی تلوار کے ذریعے ٹالا جا سکتا ہے تو فرعون و نمرود، سکندرِ اعظم، جولیس سیزر، چنگیز خان، ہلاکو خان، اور امیر تیمور کو موت کبھی نہ آتی۔ اگر موت کو حکمت و دانائی کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو حضرت لقمان کو موت نہ آتی اگر موت کو ہمت سے ٹالا جا سکتا تو رستم و سہراب کو موت کبھی نہ آتی اگر موت کو ادویات سے روکا جا سکتا تو جالینوس اور افلاطون کو موت کبھی نہ آتی۔ اگر موت کو حسن کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کبھی موت نہ آتی اگر موت کو سائنس کے ذریعے روکا جا سکتا تو نیوٹن اور آئن سٹائن کو موت کبھی نہ آتی۔"(۵)

قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔ آپ کے نام پر قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ایک پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام بھی سورت لقمان ہے۔ سہراب ایران کا معروف ہیرو ہے۔ اس کا باپ رستم دنیا کا عظیم جنگجو تھا۔ لاعلمی میں مختلف بادشاہوں نے ان کو آپس میں لڑوادیا۔ سہراب رستم کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ افلاطون یونان کا فلاسفر اور عظیم لوگوں میں سے تھا۔ اس کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔ وہ چھیاسی سال کی عمر میں ایک شادی کی تقریب میں وفات پائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام حسن میں بے مثال تھے۔ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں گرفتار ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کے حملے سے بچنے کی کوشش کی تو ان کی قمیض پیچھے سے پھٹ گئی ان کی پاک دامنی کی گواہی ایک معصوم بچے نے دی بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سورہ یوسف نازل فرمائی جس میں اس داستان کا تذکرہ موجود ہے۔ موصوف نے اپنے ناولوں کو مزید دل آویز بنانے کے لیے تلمیحات کا استعمال بڑھا دیا ہے:

"اُف خدایا تیری یہ دنیا سورج ہونے کے باوجود بھی تاریک ہو چکی ہے۔ کھلی شاہراہیں بھول بھلیاں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ یہاں کے خضر، راہزن بن گئے۔"(۶)

حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے۔ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اسرائیلی اور دیگر روایات کے مطابق ان کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ جہاں بھی ان کے پاؤں زمین پر لگتے ہیں وہاں سبزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی طاقت سے وہ ہزاروں سال سے زندہ ہیں۔ ان دریاؤں، سمندروں اور پانی کا انتظام ان کے سپرد ہے:

"میں ہمیشہ سے گھٹن کا شکار رہی ہوں اور ہر لمحہ مرد مجھے پھنسانے کے لیے مکاریوں کا

جال بنتا رہا ہے۔ میں بھی اس جال میں پھنسی گئی کیوں کہ میں نے سب سے پہلے شجر ممنوعہ کھا کر مرد کی مشکلات میں اضافہ کیا اور اس کی تلافی کے لیے مجھے مرد کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔"(۷)

عیسائی نکتہ نظر سے پہلے شیطان نے حضرت حوا سلام اللہ علیہا کو شجرِ ممنوع کی طرف دعوت دی۔ وہ شجرِ ممنوع کھا بیٹھی تو انھوں نے حضرت آدمؑ کو یہ پھل کھانے کی دعوت دی۔ جونہی حضرت آدم علیہ السلام نے حوا کی محبت سے متاثر ہو کر شجر ممنوع کھایا تو اللہ رب العزت نے ان دونوں کو جنت سے نکال دیا اور اس طرح عورت آدمی کی مصیبتوں کا باعث بنی اور حضرت آدم علیہ السلام اس عمل کی وجہ سے پانچ سو سال اللہ رب العزت سے معافی مانگتے رہے پھر جا کر آپ کی توبہ قبول ہوئی:

"اب امن کی امید ناپید ہو گئی ہے اور پوری دنیا سامری کے ہاتھوں یرغمال بن چکی ہے۔"(۸)

سامری حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی اور بنی اسرائیل کا اہم ترین جادوگر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توریت کے لیے کوہِ طور پر گئے۔ اس نے جادو کے ذریعے سونے کا بچھڑا بنایا اور لوگوں کو دعوت دی کہ یہ میرا خدا ہے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو گمراہ کر دیا۔ موصوف ایک اور مقام پر تلمیح کا استعمال کرتے ہیں:

"جب میں دنیا کسی کو مال اکٹھا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ، فرعون، نمرود، ہامان، شداد، سکندر اعظم، جولیس سزر وغیرہ بھی دنیا سے اپنا مال و متاع آگے لے کر نہ جا سکے۔"(۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ نمرود نے بھی خدائی دعویٰ کیا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ تھا۔ ہامان فرعون کا وزیر تھا۔ شداد نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور جنت بنائی تھی۔ سکندرِ اعظم دنیا کا سب سے بڑا فاتح تھا جس نے آدھی سے زیادہ دنیا فتح کی یہ ارسطو کا شاگرد تھا۔ یونان پر اس کی حکومت تھی وہ پوری دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ جولیس سیزر روم کا بادشاہ سکندرِ اعظم کے بعد دنیا کا دوسرا فاتح اعظم ہے جسے اس کے دوست بروٹس نے Capital میں قتل کیا تھا۔ موصوف نے ناول میں خوبصورت کے طور پر تلمیحات کا استعمال کیا ہے:

"میری تہذیب کا طاعون اور کینسر کی بیماریوں نے برباد کر دیا ہے۔ یاجوج ماجوج کی قوم نے میری دولت کو خون کی طرح چوس لیا ہے۔"(۱۰)

یاجوج ماجوج ایک ایسی قوم ہے جسے سکندر ذوالقرنین نے سیسہ پلائی دیوار بنا کر قید کر دیا تھا۔ یہ قیامت کے

نزدیک ظاہر ہوں گے اور دنیا کا صفایا کر دیں گے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"میں ان کو بتاتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آتش نمرود میں کود جایئے وہ کون سی آگ ہے جو گلزار نہیں بن سکتی۔"(۱۱)

نمرود عراق کا ایسا بادشاہ تھا جس نے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ اُس نے بڑے وسیع پیمانے پر آگ جلائی اور اس میں حضرت ابراہیم کو پھینکا۔ اللہ کے حکم سے یہ آگ گلزار بن گئی۔ تخلیقی عمل کا تسلسل کائنات میں ہمہ پہلو اسلوب میں جاری و ساری ہے۔ یہ صفت کائنات کی ارفع ترین ہستی انسان کو بھی خالق کائنات نے بھرپور انداز میں ودیعت کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی استعداد کا ادراک بہت کم افراد کو حاصل ہوتا ہے۔ موصوف سرزمینِ جھنگ کے ایک نہایت نفیس قلم کار ہیں جنھوں نے اپنے وجود میں تخلیقی عمل کا ادراک حاصل کرنے کے لیے ہمہ پہلو انداز میں سعی کی ہے اور اس دشت میں کئی پرخار راستے عبور کرتے ہوئے بہت آگے تک گئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے ناولوں کے ذریعے تخلیق کا بنیادی حق ادا کر دیا ہے:

"میری یہ سہیلی لوگوں کو خدا سے دور کر دیتی ہے کہ اب وہ فاصلہ مرغ سلیمان سے بھی طے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تمام خطاؤں کا سرچشمہ ہے اور تمام فسادات کی اصل بنیاد ہے۔"(۱۲)

مرغِ سلیمان وہ پرندہ ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا دربار لگائے پورے جاہ و جلال کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں انسان، جنات اور حیوانات کے نمائندے بھی موجود تھے۔ ان پرندوں میں ہدہد موجود نہ تھا۔ حضرت سلمان علیہ السلام اس پر برہم ہوئے تو ان میں ہدہد حاضر ہو گیا تو اس نے لیٹ آنے کی وجہ بیان کی کہ سبا کے ملک پر ایک ملکہ حکمرانی کرتی ہے اس کا تخت نہایت عظیم الشان ہے۔ اس کی قوم سورج کو پوجتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرا پیغام لے جاؤ اس کو پہنچاؤ اور انتظار کرو کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ ہدہد خط لے کر ملکہ سبا کے پاس پہنچا۔ ملکہ نے خط اہلِ دربار کو سنایا جس کا مضمون یہ ہے کہ تم سرکشی کا اظہار نہ کرو اور میرے پاس تابع دار ہو کر آ جاؤ۔ تو مرغِ سلیمان (ہدہد) یہ پیغام لے کر گیا اور اسی مجلس میں پھر پلٹ آیا۔

موصوف نے مندرجہ بالا عبارت میں "سہیلی" سے مراد دنیا لی ہے جو شیطان کی ایک اہم جرنیل ہے۔ یہ کسی سے وفا نہیں کرتی۔ یہ ایسی ماں ہے جس کی کوکھ سے کئی فرزندوں نے جنم لیا اور اس نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس میں ذرا سی بھی مامتا نہیں جو اس کو اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہے اس کے ساتھ خیانت کرتی ہے جو اس سے محبت کرتا ہے تو یہ خدا کی محبت اس کے دل میں سے نکال لیتی ہے۔ لوگ اس کی محبت میں زحمتیں برداشت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو تباہیوں میں ڈالتے ہیں جب اس کی محبت دلوں کو تاریک کر دیتی ہے۔ دنیا کی لذت اللہ رب العزت کی محبت کی مٹھاس

لوگوں کو جھکنے نہیں دیتی۔ اس کی محبت دریا کے پانی کی طرح ہے۔ انسان جتنا زیادہ پیتا ہے اس کی پیاس مزید اور بڑھ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ پانی انسان کو مار ڈالتا ہے۔ شیطان کی لونڈی دنیادار لوگوں کو خدا سے اتنا دور کر دیتی ہے کہ اب یہ فاصلہ مرغِ سلیمان بھی اتنی جلدی سے طے نہیں کر سکتا ہے:

> ”عام آدمی مندر و خانقاہ میں تمیز نہیں کر سکتا میں نے لوگوں کی نظروں میں سلیمانؑ اور جمشید کو ایک جیسا بنا دیا۔“(۱۳)

یہاں سلیمان سے مراد پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو قدرت عطا کی تھی کہ وہ جنوں، انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کو اپنے تابع کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں موجود تمام چیزوں پر بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ جمشید ایران کے افسانوی بادشاہ ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آٹھ سو سال پہلے پیدا ہوئے۔ دراصل جمشید دو قدیم الفاظ ”جم اور شید“ کا مرکب ہے۔ جم سے مراد پاتال کا مالک اور شید کے معنی روشن کے ہیں۔ اس مشہور بادشاہ کے پاس ایک پیالہ تھا جسے جام جم بھی کہا جاتا ہے۔ جس کو گردش دینے سے اسے دنیا کے تمام حالات کا علم ہو جاتا تھا۔ یہ پیالہ عجائبات کے عالم میں بھی شمار ہوتا ہے۔ جمشید کو شمسی کیلنڈر، شراب، ریشمی کپڑا الغرض تمام علوم وفنون کا موجد تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور اپنی پوجا کا حکم دیا۔ لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہاں تک کہ شام کے بادشاہ نے حملہ کر کے اسے شکست دی۔ انگوری شراب کی ایجاد کو بھی جمشید سے منسوب کیا جاتا ہے۔

شیطان نے یہاں لوگوں کے قلوب و اذہان سے اچھے اور برے کی تمیز کو ختم کر کے اور اس فانی دنیا میں لوگوں کو حق کی بجائے ظاہری نمود و نمائش اور دولت کی ریل پیل کے پیچھے لگا دیا۔ وہ اس عارضی دنیا کو حقیقی مسکن سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر لوگ صراطِ مستقیم پر چلتے اور اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے اور اللہ انہیں سلیمان علیہ السلام کی طرح اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازتا مگر انھوں نے حق کا راستہ چھوڑ کر باطل کا راستہ اپنا لیا اور دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ آج کا انسان بمثل شیطان اتحاد و اتفاق اور فلاح سے نفرت کرتا ہے۔ بنی نوع انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ان پر حکمرانی کر رہا ہے اور لوگوں کو پرانے بادشاہوں کی طرح اپنی غلامی کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس کے لیے کسی کی جان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

> ”میں نے لڑکوں کو قتل کروایا اور لڑکیوں کو اپنی کنیزی کے لیے زندہ رکھا۔ فرعون، ہامان، نمرود اور شداد، سامری، ابو جہل اور ہٹلر مسولینی جیسے سب لوگ میرے وزیر ہیں۔ میں ہی ان کو مضبوط کرتا ہوں اور دنیا کی حکمرانی عطا کرتا ہوں اور وہ مجھے مایوس نہیں کرتے میں ان سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے خوش ہیں۔“(۱۴)

اس اقتباس میں شیطان اپنے شیطانی اوصاف کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں فرعون سے اپنی ہی رعیت میں پیدا ہونے والے معصوم لڑکوں کو قتل کرواتا ہوں اور ہامان و ہٹلر کی طرح لڑکیوں کو اپنی کنیریں بننے پر مجبور کرتا ہوں۔ یہ سارے لوگ انسان اور اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے خالق و مالک کی اطاعت گزاری کو چھوڑ کر میرے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ انھوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔ موصوف ایک اور مقام پر خوبصورت تلمیح کا استعمال کرتے ہیں:

> ”یہ دیکھ کر مجھے فرعون و نمرود یاد آ گئے کیوں کہ میں نے کچھ عرصہ فرعون و نمرود کے ساتھ گزارا تھا۔“(۱۵)

یہ دو ایسے ہیں کہ جنھوں نے اللہ رب العزت کے نبیوں سے ٹکر لی تھی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیا اور نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ٹکر لی تھی۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جگہ پر خدائی کا دعویٰ کیا۔

> ”ایک شام میں قارون، ہامان اور فرعون دریائے نیل کے کنارے سیر کر رہے تھے کہ میں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اگر آپ نے خدا ہونے کا دعویٰ کر لیا تو ہم آپ کے دعویٰ کی تصدیق کریں گے۔“(۱۶)

قارون دنیا کا پہلا منافق تھا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ بھی پڑھتا تھا اور دل سے تسلیم بھی نہیں کرتا تھا۔ یہ چالاک اور تیز آدمی تھا۔ اس کے پاس بہت خزانہ تھا اور یہ آخری وقت میں خزانہ سمیت زمین برد ہو گیا۔ ہامان فرعون کا وزیر خاص تھا۔

> ”اور ملک میں ان کو قدرت تیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر کو وہ چیزیں دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“ (القصص: آیت ۶)

سورہ عنکبوت کی آیت ۳۹ میں بھی ہامان کا نام آیا ہے:

> ”اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کر دیا) اور ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام کھلی نشانی لے کر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو گئے اور ہمارے قابو سے نکل جانے والے تھے۔“ (العنکبوت: آیت ۳۹)

فرعون کسی خاص شخص کا نام نہیں بلکہ شاہانِ مصر کا لقب تھا جس طرح چین کے بادشاہ کو خاقان، روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنی رسالت کی نشانیاں دکھائیں مگر اس نے ماننے سے انکار کر دیا جب بنی اسرائیل کو اللہ رب العزت نے آزاد کیا اور جزیرہ نمائے سینا کی طرف لے گئے تو بالآخر فرعون پانی میں ڈوب کر مر گیا اللہ نے اس کو آنے والی نسلوں کے لیے مثال بنایا۔

علی نقی خان دورِ حاضر کے اہم ادیب ہیں۔ انھوں نے شاعری، ترجمہ نگاری، ناول نگاری اور تنقید پر نمایاں

خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے پانچوں ناول شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ناول مواد کے لحاظ سے تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ ان میں حال اور ماضی کو سامنے رکھ کر نیا تجربہ کیا گیا ہے۔ ان ناولوں میں نہ کوئی پلاٹ ہے نہ کردار اور نہ ہی کوئی نقطہ عروج ہے۔ یہ ناول خود کلامی پر مشتمل ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں انسان کی بے حسی اور اس کی انا کو بھی موضوع بنایا ہے۔ انسان کے حواسِ خمسہ پر جو تالے لگا دیئے گئے ہیں۔ انسان کی ذہنی فکر زنگ آلود ہو چکی ہے۔ اس کے پاس تمام اختیار ہونے کے باوجود بھی کچھ نہیں۔ پانچوں ناول ایک مضطرب دل کی آواز ہیں جو صریحاً ذات حقیقی کی بڑی، ذات فانی کی نارسائی اور دنیائے فانی کی بے ثباتی کا اعلامیہ ہے۔ اول تا آخر تحریر تضاد و ایضاد کا مرقع ہے۔ معاشرتی انحطاط نے مصنف کو کش مکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہی کشمکش مصنف کو اذیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اذیت جب حد سے بڑھنے لگی تو ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ انھوں نے پے در پے پانچ ناول لکھ دیے۔ یوں گماں ہوتا ہے جیسے ہر دور کی روح گمنامی کے زندان میں مقید تھی اور مصنف نے ناول لکھ کر انھیں وجود عطا کیا۔

ان کا پلاٹ بہت طویل ہے جو پوری انسانی زندگی پر محیط ہے۔ موصوف کے پانچوں ناول عالمی تاریخ، مذہب ،سیاست، مختلف معاشروں کے واقعات اور حالات کی ایسی دستاویز ہیں جنہیں مصنف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ سپرد قلم کیا نے بلاشک وشبہ یہ پانچوں ناول دائمی اور آفاقی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کی نمایاں خاصیت موصوف کے پانچوں انشا پردازی ہے۔

یہ مصنف کا ہی کارنامہ ہے جس نے وقت کے مقتدر حلقوں کے خلاف قلم اٹھایا۔ مصنف نے اپنے تخیل کی مدد سے اپنے طرز تحریر کو خوبصورت بنایا اور روایتی ناولوں کے سحر سے نکلنے کی کوشش کی۔ اُنھوں نے ناول کو حقائق اور فکشن کا بہترین امتزاج قرار دیا ہے جو قاری پر وجد طاری کرتا ہے۔ تحریر میں مقناطیسیت ہے ایسی تحریریں قاری پر وجد طاری کر دیتی ہیں۔ بہر کیف اپنے مقصد کو واضح کرنے کے لیے ماضی اور حال سے مثالیں پیش کی ہیں۔

اس نے اردو کے ساتھ انگریزی، فارسی اور عربی زبان کا استعمال کیا ہے۔ مصنف اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ادب سرحدوں کی قیود سے آزاد ہے۔ مصنف اپنی تحریر میں پاکستانی ثقافت کے علاوہ ہندوستانی، انگریزی، یونانی، فرانسیسی، رومی، مصری، اٹلی، جرمنی، عربی اور فارسی ثقافت کے حوالے بھی پیش کرتا ہے۔ مصنف ادب میں جدت لانے کے حق میں ہے۔ وہ اس بات کے حق میں ہے کہ اپنی زبان کو دوسری زبان سے متاثر ہو کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

انھوں نے بلاغت کے خطیبانہ انداز اور اساطیر کی جذباتی اساس کو ملا کر ادب کے لیے ایک انوکھا راستہ بنایا ہے۔ وہ عام بات کو بھی ارفع مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ انھوں نے صرف پانچ ناول ہی لکھے ہیں۔ ان کی تحریریں جہالت کی تاریکیوں کو دور کرتی ہیں۔ معاشرے سے برائی اور ظلم کے خاتمے کے رجحان کی نشان دہی کرتی ہیں۔ ادبیوں کو نیا راستہ دکھانے کے لیے ایک تحریک کا کام دیتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں وسعت ہے ان کا تجربہ اور عمدہ اسلوب ناولوں کو جاندار بنا دیتا ہے۔

پانچوں ناول خود کلامی کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ ان کے یہ ناول دنیائے ادب میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ موصوف کے مطابق موجودہ تہذیب نے معاشرے کو آلودہ کر دیا ہے۔ لوگ ہمدردی اور خلوص سے عاری ہیں۔ وہ فطرت سے دور ہیں۔ مصنف نے معاشرے کو جس انداز میں دیکھا ہے اس سے پہلے اردو ادب میں اسے اتنے خوبصورت انداز میں بیان نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے ناولوں میں چیزوں کی گہرائی میں سچ کو تلاش کرتے ہیں۔ یہ ناول ادبی حوالہ سے کمزور ہیں۔ ان کی یہ تحریریں شاعری کے قریب لگتی ہیں۔ ناول کے لیے محبت، رومانس، عہد وپیماں، ہجر و وصال ایک اہم جزو سمجھا جاتا ہے۔ مصنف کی تحریریں ان چیزوں سے عاری ہیں۔ ان میں ہیرو اور ہیروئن کی بات نہیں کی گئی۔ مصنف کی تحریروں میں ایک طرف تو ہزاروں سال پہلے کی بات کی گئی ہے تو پلک جھپکتے ہی عہد جدید کو بیان کیا جارہا ہے۔ وہ آسیہ زوجہ فرعون کی بات کرتے کرتے تھوڑی دیر بعد ہیر کے نگر پہنچ جاتا ہے۔ اگر کہیں قاتل قابیل کا ذکر ہے تو موجودہ دور کے مقتدر لوگ اسے قابیل کے وارث لگے۔ ابھی اشرفیہ کی دولت کا تذکرہ ہورہا تھا تو فوراً ان لوگوں کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے جن کو افلاس کا بھیڑیا کھا گیا ہے۔

مصنف نے اپنے ناولوں میں ماضی، حال اور مستقبل کا ذکر کیا ہے۔ مصنف کا سائنس سے اختلاف ہے کیوں کہ سائنس جدید ٹیکنالوجی، ہتھیار اور اسلحہ انسانی اقدار کو تباہ کر رہے ہیں۔ مصنف نے اپنے ناولوں میں دیہاتی، شہری زندگی اشرفیہ اور غریبوں کی زندگی کو ہی نہیں بلکہ انسانیت کے تمام طبقوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ ان کے ناولوں میں جدید آدمی اس لیے پریشان نظر آتا ہے کہ اس کے دل و دماغ میں ہم آہنگی نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے ناولوں کو فلسفیانہ رنگ دیا ہے اور زندگی کے ہر پہلو پر گفتگو کی ہے۔ قاری ان کے گیان کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی تحریروں میں اگرچہ کلاسیکی رنگ پایا جاتا ہے لیکن وہ رومانیت کے علمبردار بھی لگتے ہیں۔ موصوف اعلیٰ نثر نگار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے روایت شکنی کا جگہ جگہ ثبوت دیا ہے۔ ان کی روایت پرستی کا ثبوت ایک جگہ بھی نہیں ملتا فنی اور فکری تجزیے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انھوں نے فکری حوالے سے یکسر انحراف کرتے ہوئے روایت شکنی کا ثبوت دیا ہے اور کہانی کو کرداروں سے الگ کر کے لکھا ہے۔ فنی اعتبار سے موصوف نے تشبیہات، استعارے، زبان کی شیرینی محاورات، ضرب الامثال، قوافی الفاظ، صاف گوئی ہمیں تمثیل اور حسن تراکیب کی نئی اور تازہ مثالیں پیش کی ہیں۔ اس لیے پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نے ناول کی ایک نئی ساخت وضع کی ہے جو قابل تحسین ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ثریا سپرا (مقالہ نگار)، علی نقی خان کے ناولوں میں مابعد الطبیعاتی عناصر (ایم-فل اردو)، شعبۂ اردو، غیر مطبوعہ، رفاہ انٹرنیشنل فیصل آباد، کیمپس، ۲۰۲۱ء، ص:۳

۲۔ علی نقی خان (انٹرویو)، بمقام جھنگ، ۲۰ مئی ۲۰۲۳ء

۳۔ غائر عالم، زوال لازوال، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء، فلیپ

۴۔ علی نقی خان، زوال لازوال، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۲۰

۵۔ علی نقی خان، زندانِ وجود، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۳ء، ص:۱۱

۶۔ ایضاً، ص:۱۰

۷۔ ایضاً، ص:۱۵

۸۔ علی نقی خان، گردابِ وجود، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص:۵۹

۹۔ ایضاً، ص:۳۰

۱۰۔ علی نقی خان، سرکش، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۰ء، ص:۱۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۰

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۶

۱۳۔ علی نقی خان، سنگِ آسیہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۰ء، ص:۲۴

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۳

۱۵۔ ایضاً، ص:۴۲

۱۶۔ ایضاً، ص:۵۰